حسینیت ہی مرکز انسانیت بن سکتی ہے

[۳؍شعبان ولادت خامس آل عبا کی مناسبت سے]

حکیم الامت علامۂ ہندیؒ سید احمد نقوی

عالم میں کوئی مذہب، کوئی ملت، کوئی فلسفہ، کوئی قوم کیا ایسی ہے جو حسینی کارناموں سے منکر ہو؟ ان کی عملی تعلیمات کو برا سمجھتی ہو؟ یا حسینی کارنامے اپنے میں سب سے زائد جاذبیت نہیں رکھتے ہیں؟ سیاسی ہوں یا اقتصادی و معاشرتی وتمدنی وروحانی، جب یہ تسلیم ہے تو کیا ایسی مرکزیت کسی اور چیز کو حاصل ہوسکتی ہے ہرگز نہیں اور وہ کون چیز ہے جو عالم بھر کو اپنی طرف دعوت دے سکے۔ مرکزیت تو وہی شے پیدا کرسکتی ہے جو ہر زمانے، ہر ماحول میں نزاع کی قابلیت نہ رکھتی ہو اور ہر مذہب کے موافق ہو۔ حسینیت ہی وہ شے ہے جو ہر کشمکش ونزاع مٹانے کا پرزور ذریعہ ہے۔ حضرت مسیح فرماتے ہیں: ''جس کے پاس ہے اسی کو دیا جائے گا۔'' یہ ارشاد آب زر سے لکھنے کے قابل ہے۔ دین دیندار کو ملے گا، دنیا دنیادار کو ملے گی۔ جو روحانیت کا مالک ہے اس کی روحانی تکمیل کی جائے گی، مادہ پرستوں کو مادیت ہی حاصل ہوگی۔ نفسیات کا یہ اٹل مسئلہ ہے جس کو کوئی نہیں توڑسکتا۔ حسینیت چونکہ ہر مذہب کی جان ہے اور ہر مذہب میں کم وبیش موجود ہے لہٰذا وہ مرکزیت کی صلاحیت رکھتی ہے اور اسی کو دی جائے گی جس کے پاس حسینیت ہے۔ امام حسینؑ جن فضائل خَلقی وخُلقی کے مالک تھے...... خدا سے ان کو مکمل نبوتی و امامتی فضائل ملے اور شہادت کاملہ کے بعد رسولی کمالات کا اسی طرح سے خاتمہ ہوا جس طرح سے نبوت کا خاتمہ ہوا۔ کیا یزید کو بھی وہی ملا تھا جس کے حسینؑ مالک تھے؟ حسینؑ کو وہ ملا جس کا یزید مالک تھا؟ ہرگز نہیں! مستحق کو ملتا ہے نہ کہ غیر مستحق کو۔ قرآنی آیت تطہیر بتاتی ہے کہ جو افراد پاک وپاکیزہ تھے خدا نے انہیں کی طہارت کی تکمیل کی اور رسول نے ام المومنین ام سلمہ کو ''تم خیر پر ہو'' یہ کہہ کر چادر تطہیر میں داخل ہونے سے روک دیا۔ آیت ازدواج نبی کے ذکر میں ہے اور وہی موقع بھی تھا۔ گھر والوں میں بیوی بچے سبھی ہوتے ہیں۔ گھر والوں کا ذکر تھا، عورتوں کے واسطے جتنا خالق کو کہنا تھا کہا اور غیر نسواں کے واسطے جو کہنا تھا وہ آیۂ تطہیر میں کہا اور عورتوں کو ضمیروں کے ساتھ خطاب نہیں کیا۔ پر ظاہر ہے کہ طاہر وہی کئے گئے جو پہلے سے طاہر تھے۔ اور یہ طہارت کاملہ تھی۔ یہی حال تقسیم مادیات کا ہے جس میں مستحق وغیر مستحق برابر نہیں ہوتے۔ فطرت نہیں بدلتی ہے۔ تم مادی قوتوں سے عالم بھر کو جھکا سکتے ہو لیکن یہ انفرادی قوت کی کرامت نہ ہوگی۔ وسیع ذرائع ووسائل ساتھ ساتھ ہوتے ہیں اور وہ کامیابی کسی شخص واحد کی نہیں ہوتی ہے۔ حقیقت میں انسان کامل وہ ہے جو محض انسانیت کے بل بوتے پر کھڑا ہو اور تمام مادی قوتوں کو اپنے روحانی زور وبوتے پر اپنے آگے جھکا لے۔ خود بتاؤ امام حسینؑ کے واسطے دنیا میں کوئی

مادی ذریعہ و وسیلہ تھا؟ ہرگز نہیں ان کا بل بوتا صرف روحانیت تھی جس نے عالم بھر کی مادی ہستیوں کو اپنے سامنے جھکا دیا اور ہر قوم، ہر ملک، ہر مذہب کو اعتراف و اقرار کرنا پڑا کہ وہ انسان کامل تھا اور قابل محبت تھا۔ لہٰذا حسینیت ہی مختلف العقائد انسانوں کی مرکزیت بن سکتی ہے۔ انہیں کو مرکزیت دی جائے گی جن کے پاس مرکزیت پہلے سے ہے۔

ہوشیار لیڈروں کا فرض

قاعدہ ہے کہ زمانے کی کہنگی کے ساتھ بہتر سے بہتر تحریک مردہ ہوجاتی ہے۔ اسباب کچھ بھی ہوں۔ جدت پسند کبھی تو سرے سے اس تحریک کو ختم کرکے اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد علیٰحدہ بناتے ہیں اور کبھی آمیزشوں سے، مراسم کی بھرمار سے اصلی صورت مٹا دیتے ہیں۔ رسول خدا کی وفات کو ابھی کتنا وقفہ ہوا تھا کہ دین اسلام میں خودغرضوں نے طبع زاد امور کی آمیزش سے مسخ کر دیا تھا۔ اس وقت ہوشیار و مصلح وریفارمر علیؑ مرتضیٰ نے اور ان کی اولاد نے مقابلہ نہ کرکے اور تشدد کو جائز نہ سمجھتے ہوئے احتجاج پر اکتفا کی اور انفرادی جد و جہد جاری رکھی۔ یہ ایک پرزور طریقۂ تحفظ اصول و قانون کا تھا جو ہمیشہ صحیح و ثابت ہوگا اور کبھی خطا نہ ہوگی۔ جب قوم حسینیت ترک کرنے پر تل جائے یا حقیقت و صورت بدل دینے پر اتر آئے، دونوں صورتوں میں محاذ جنگ قائم کرنا غلطی ہوگی۔ اس وقت ہوشیار لیڈروں کا یہ کام ہے کہ مقابلہ نہ کرکے ردعمل سے بچیں اور انتہائی احتجاج سے بھی کام نہ چلے تو اس وقت جان توڑ انفرادی جد و جہد شروع کر دیں۔ اس کو خود امام حسینؑ نے بھی بتایا ہے۔ ''جب ٹھنڈا پانی پیو مجھ مظلوم کی پیاس یاد کرو اور جب کسی مظلوم و غریب الوطن کی موت کو سنو تو مجھ مظلوم کی مصیبتوں کو یاد کرلینا'' حسینؑ نے انسانی ضروریات زندگی میں دونوں باتوں کو شامل کر دیا ہے۔ جس وقت زندگی کے ہر لمحہ میں حسینی یاد تازہ ہوتی رہے گی تو کوئی قوت حسینیت کو نہیں مٹا سکتی۔ انفرادی حیثیت موقع پاکر جماعتی رنگ پیدا کرتی رہے گی۔ اور یہی وجہ ہے کہ اموی و عباسی دور میں انتہائی جد وجہد و روک ٹوک کے باوجود حسینیت مٹائے نہ مٹ سکی اور ترقی ہی پاتی رہی۔ لہٰذا حسینیت کے بقا کا پرزور ذریعہ یہی ہے کہ ان کی وصیت کو نہ بھولو۔

تبلیغ کی ضرورت

اس مرکزیت کو قائم کرنے کے لئے پرزور تبلیغ کی ضرورت ہے۔ آج دنیا کی قومیں اپنی زندگی صرف پروپیگنڈے سے قائم کئے ہوئے ہیں جس میں کم و بیش جھوٹ شامل ہوتا ہے۔ لیکن اگر صحیح تبلیغ ہو، صحیح اصولوں پر تو کوئی جدوجہد نہیں ہے کہ دور دراز ملکوں میں کچھ نہ کچھ دوست پیدا نہ ہوں۔ اور دلچسپی لینے والے اس خیر خواہانہ مقصد میں بطور سفیر و ایلچی کے کام نہ کریں اور وہ مقصد و تحریک دور دراز ملکوں میں پہنچ کر لوگوں کو اس صحیح مقصد کا ہمدرد نہ بنا دے۔

امام حسینؑ کے مقصد شہادت نے بطور اسلام کے جزو اعظم ہونے کے بلکہ انسانیت کے جزو اعظم ہونے کے ہر متلاشئ انسانیت کو اپنی طرف جذب و متوجہ کرلیا ہے۔ اس واسطے کہ اقوام عالم میں کتنی ہی منافرت و بغض و عداوت ہو اور ایک دوسرے کے سائے سے بھاگتا ہو لیکن فطری تقاضا

ہے کہ الم کے موقع پر ایک دوسرے سے مل جاتے ہیں۔ خوشی وشادی کے موقعے خدا کی یاد نہیں دلاتے ،مصیبت زدہ وغمگین واندوہگین ہی کو خدا یاد آتا ہے۔حسینؑ کی غمگین تصویر دشمنوں کو بھی شریک غم بنادے گی۔ان کی مصیبت جو راہ خدا میں پیش آئی کہاں تک خدا کی یاد کو تازہ نہ کرے گی اور کہاں تک غیر اقوام کو شریک غم نہ بنائے گی۔

یہی فلسفہ حسینی وصیت کا بھی ہے۔ جب ان کی پیاس وغربت وتنہائی کی موت کی یاد تازہ ہوتی رہے گی تو خدا سے بھی غفلت نہ ہوگی۔اور غیر اقوام سے کشمکش بھی نہ ہوگی اور حسینؑ کی مظلومیت اقوام عالم سے مظلوموں کی ہمدردی کی ہر وقت اپیل کرتی رہے گی اور انسانی فطرت کو ابھارتی رہے گی۔لہٰذا وقت کی اہم ضرورت ہے کہ حسینیت کی موجودہ ماحول کے مطابق پرزور تبلیغ ہو۔حسینیت ہی وہ چیز ہے جس نے اخلاقی ،معاشرتی ،سیاسی ،روحانی مرکزیت کو اپنی اقوام عالم سے منوالیا ہے اور ہر قوم و ہر مذہب میں اپنے ہمدرد پیدا کرلئے ہیں جو حسینؑ کے سفیر وایلچی کا کام کررہے ہیں۔حسینیوں کو اس بین الاقوامی رابطہ کو مضبوط کرنا چاہیے۔ہم کو کسی مذہب کے خلاف سازش کی ضرورت نہیں ہے۔نہ امام حسینؑ نے کسی سے سازش کی ، نہ حسینیت میں سازش کی گنجائش ہے۔ہم کو صرف یہ بتانا ہے کہ حسینیت کیا ہے اور حسینی تہذیب وتمدن کیا ہے؟ اگر ہم کامیاب ہوجائیں تو بے شک حسینیت کو زبردست بین الاقوامی ہمدردی حاصل ہو کہ تمام اقوام سے رشتۂ اتحاد قائم ہوجائے گا۔اور عالم انسانیت کی بہترین خدمت ہوگی۔جس کی خود امام حسینؑ نے واقعۂ شہادت سے تعلیم دی ہے اور اپنی مظلومیت کے پیغام کو یہودی و نصاریٰ کے راہبوں (Rabbies)، قسیسوں(Chasidim/Hasidim) تک پہنچایا ہے۔اس حسینیت کے پیغام کو اگر اقوام قبول کرلیں تو دنیا کی غلط جمہوریتیں ،فسطائیت (Fascism)، نازیت(Nazism) ،سوشلزم(Socialism)، کمیونزم(Communism)، انارکزم(Anarchism) جو انسانی خون بہانے کے واسطے اپنے اپنے پارٹ کررہی ہیں سب کا خاتمہ ہوجاتا ہے۔آج دنیا حسینیت کو چھوڑ چکی ہے اسی لئے تباہ ہورہی ہے۔

حسینیت کا خلاصہ یہ ہے کہ صحیح قربانی ہو جس سے قومیں وجود میں آتی ہیں۔ترقی کرتی ہیں، زندگی حاصل کرتی ہیں۔جان کی قربانی تو آخری منزل ہے۔ابتدائی منزل اس قربانی کی اخلاقی قربانی ہے۔اگر آج اس اخلاقی قربانی کو دنیا اختیار کرلے تو بہت کچھ جان کی قربانی سے سبکدوش ہوسکتی ہے۔یہ قربانی بھی اس زمانے میں مفقود ہے۔سیاسی مطالبات اور حقوق کی بھرمار نے خلق ، مروت ، محبت ، ہمدردی، رواداری کی اس دنیا میں کوئی جگہ نہیں رکھی ہے۔ ایک بھی ڈھونڈے سے نہ ملے گا کہ سوشل زندگی میں کچھ بھی ایثار وقربانی کرے،کوئی کام دنیا کا اب کمپٹیشن سے خالی نہیں ہے۔اگر اقوام عالم نیک دلی اور سچائی سے کچھ قربانی کریں تو عالم بھر میں بین الاقوامی اتحاد کی لہر دوڑ جائے۔جس کو قرآن مجید نے بھی بتایا ہے''تم ہرگز خیر ونیکی نہیں حاصل کرسکتے جب تک اپنی محبوب ترین چیزوں کو دوسروں کو نہ دے دو''

بقیہ صفحہ ۴۳ پر-------------

گی تا کہ دنیا میں نظریاتی معاشرہ اور مثالی نظام قائم ہو۔ انسان دور غیبت میں ایک امتحانی اور آزمائشی مرحلہ سے دوچار ہے، اس کے بعد خدائی معلم دوبارہ ظاہر ہوگا اور صحیح کو غلط سے اور حق کو باطل سے الگ کردے گا۔

ہم اس ہدایت کے پورے خدائی انتظام کو ایک اسکول سے تشبیہہ دے سکتے ہیں، گویا پہلے مختلف درجوں کی تعلیم مکمل کرائی گئی (بعثت انبیاء) اور تحریری رہنمائی بھیجی گئی (وحی) آخری درجہ کی نظریاتی تکمیل شریعت کی تکمیل کی صورت میں کی گئی (پیغمبرؐ اسلام کی بعثت) پھر گیارہ اماموں نے اس تعلیم کو عملی طور پر برت کر دکھایا۔ (امامت کا دور) اس کے بعد معلم کو غیبت کے پردے میں چھپا لیا گیا اور طالب علموں کو چھوڑ دیا گیا کہ عقل وخرد اور استعداد کے بل بوتے پر امتحان دیں (غیبت کا زمانہ) اس کے بعد معلم دوبارہ ظاہر ہوں گے اور صحیح جواب کی عملی طور پر نشان دہی فرمائیں گے (ظہور) اس تشبیہہ کے ذریعہ ہم غیبت کے فلسفہ کو تھوڑا سا سمجھ سکتے ہیں۔

☆☆☆

بقیہ حسینیت ہی مرکز انسانیت بن سکتی ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

یہ ابتدائی اور اخلاقی ایثار وقربانی ہے۔ دنیا بھر کی قوتیں جمع ہوں، عالم بھر کے مدبر ومفکر جمع ہوں، اس قرآنی فلسفہ کے خلاف ہرگز بہبودی وامن کی زندگی حاصل نہیں کرسکتے۔ امن واتحاد کی غرض سے کچھ نہ کچھ صلح وآشتی اسی وقت ہوتی ہے جب ایک نے کچھ دوسرے کو دیا ہے۔ سلطنتی معاہدات کو دیکھ لو، اپنے نجی کشمکشوں میں روزانہ کی دیکھ، نزاعیں جھگڑے تو اسی وقت مٹے جب غم خوری کی اور فریق ثانی کو بھی دیا ہے۔ اور جن قوموں کو اپنی محبوب ترین چیزوں کے غیروں کو دے دینے کی عادت ہوگئی ان کا کیا پوچھنا! ان سے کسی جھگڑے اور نزاع کا ہونا، ظلم کے سوا اور بے قصوروں کو ستانے کے سوا اور کیا کہا جاسکتا ہے۔ تاریخ عالم ایسے کمینہ پن پر کبھی تائید نہ کرے گی اور انفاق وخیرات کردینے والے کے واسطے تاریخ عالم کی پہلی صف قرار پائے گی۔ یہی تو امام حسینؑ کی خاندانی خصوصیت ہے جو صغرسنی سے ایثار وقربانی کے پتلا تھے۔ کم سنی میں روزے پر روزہ تین روز رکھنا، اس صورت میں کہ ابھی بیماری سے اٹھے ہیں اور سامنے کھانا برابر تین روز تک یتیم واسیر ومسکین کو اٹھا دینا اور پانی پی کر سو رہنا، یہ حسینؑ ہی کا کام تھا۔ بخشش وعطا اس گھرانے سے زائد کسی کو تاریخوں کو دیکھ لو۔ ہر انسان کے واسطے اس کا وطن، جان ومال، اولاد، عزت، محبوب ترین چیزیں ہیں۔ امام حسینؑ نے مذکورہ ہر شے کو حفاظت دین واخلاق وانسانیت کے لئے جس بے باکی سے دے دیا وہ تاریخ کا یادگار واقعہ ہے اور عالم کو قربانی کا صحیح سبق تعلیم کرایا۔ اب بھی اقوام عالم انسانیت سے کام لیں اور ایک دوسرے کے واسطے کچھ ایثار وقربانی کریں تو دنیا کو خوشحالی وامن نصیب ہوسکتا ہے اور یہ جبھی ہوسکتا ہے جب کہ حسینیت کو مرکز اتحاد بنایا جائے۔!!

☆☆☆